© rasailojaraid.com

مکاتیب نبویؐ کا ادبی پہلو

پروفیسر ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی ☆

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ فصاحت و بلاغت اہلِ عرب کا طرۂ امتیاز تھا جس پر انہیں بہت ناز تھا۔ انہیں ان کے عجز کا احساس دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین، صلی اللہ علیہ وسلم، کو خاتم المعجزات یعنی قرآن حکیم عطا فرمایا جس کی فصاحت و بلاغت نے ان زبان آوروں کو گنگ کر دیا۔ چنانچہ قرآن نے للکار کر ان سے کہا:

﴿وان کنتم فی ریب مما نزّلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین﴾ (۱)

''اور اگر تم اس چیز کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے کسی شک میں ہو تو پھر اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ سے ہٹ کر تمہارے جو گواہ ہوں انہیں بلاؤ، اگر تم سچے ہو''

اور ساتھ ہی یہ فرما کر اس امکان کی قطعیت کے ساتھ نفی کر دی کہ:

﴿فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتّقوا النار التی وقودھا الناس و الحجارۃ اعدّت للکفرین﴾ (۲)

''پھر اگر تم یہ نہ کر سکو ___ اور ہرگز نہ کر سکو گے ___ تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے''۔

معجزاتِ انبیاء علیھم السلام کے سلسلے میں ایک نکتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس قوم کو جس چیز پر بہت ناز ہوتا ہے پیغمبر کے ہاتھوں اسی میں اس کے عجز کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کی بے مثل

☆ وزیٹنگ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فصاحت و بلاغت کے حوالے سے قاضی ابوبکر محمد بن الطیب الباقلانی (م ۴۰۳ھ) اپنی مشہور تصنیف ''اعجاز القرآن'' میں فرماتے ہیں:

''حيّرهم فيه، إذ كان من جنس القول الذى زعموا أنهم ادركوا فيه النهاية، و بلغوا فيه الغاية، فعرفوا عجزهم، كما عرف قوم عيسى نقصانهم فيما قد روا من بلوغ أقصى الممكن فى العلاج، والوصول إلى أعلى مراتب الطب، فجاء هم بما بهرهم من إحياء الموتى، و إبراء الأكمه و الأبرص، و كما أتى موسى بالعصا التى تلقفت ما دقّقوا فيه سحرهم.........''(۳)

''اس کے بارے میں انہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کیونکہ یہ اسی جنسِ کلام پر مشتمل تھا جس کے متعلق انہیں زعم تھا کہ وہ اس کی غایت وانتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ ان کا عجز انہیں معلوم ہو گیا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اپنا نقص اس میدان میں معلوم ہو گیا تھا جس میں ان کو ہر ممکن حد تک قدرت حاصل ہو چکی تھی یعنی علاج معالجہ اور طب کے اعلیٰ مراتب تک رسائی۔ حضرت عیسیٰ نے ان کے سامنے مردوں کو زندہ کرنے اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شفا بخشنے کی وہ صورت پیش کی کہ وہ ششدر رہ گئے یا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ عصا لائے جس نے ان کے جادو کو، جس میں وہ بڑی باریکیوں تک پہنچ چکے تھے، اچک لیا......''۔

زبان آورانِ عرب کسی کی بات اس وقت تک سننا گوارا ہی نہیں کرتے تھے جب تک اس کا کلام اپنی قوت وشوکت سے ان کی سماعتوں کو بزور اپنی طرف مبذول نہ کر لے۔ چنانچہ ''العی'' یعنی عجزِ بیان، ان کی نظر میں بہت بڑا عیب تھا۔ کاملِ مبّرد میں بیان ہوا ہے کہ شعر میں وزن کو پورا کرنے کے لیے بھرتی کے الفاظ لانا یا نثر میں سلسلۂ کلام کو یاد رکھنے کے لیے بھرتی کے جملے ڈالنا مثلاً ''سنا آپ نے'' ''سمجھے آپ'' ''صاحب کس خیال میں ہیں'' وغیرہ، ان کے نزدیک عیبِ کلام تھا جس کا نام ''استعانت'' تھا یعنی غیر متعلق چیزوں سے مدد لینا۔ گفتگو کے دوران انگلیوں کو توڑنا مروڑنا یا داڑھی پر ہاتھ پھیرنا یا بار بار کھانستا کھنکارنا بھی اسی ذیل میں شمار ہوتا تھے۔ چنانچہ ایک شاعر نے ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقرر کی ہجو کرتے ہوئے کہا ہے:

مَلِئی بِبُهرٍ و التفاتٍ و سُعلةٍ   و مسحةِ عُثنونٍ و فتلِ الأصابع (۴)

''بار بار اس کا سانس پھولنے لگتا ہے، مڑ کر ادھر ادھر دیکھتا ہے، کھانستا ہے داڑھی کھجاتا ہے اور انگلیوں کو بل دیتا ہے''

اس تمہید کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ یہ قوم جس کے نزدیک قدرتِ کلام ہی انسانی وقار کا سب سے بڑا پیمانہ تھا اور جس کی تادیبِ ذہنی کے لیے قرآن مجید جیسی بلیغ کتاب نازل فرمائی گئی اس قوم میں جس نبی امّیؐ ــ فداہ ابی وامّیؐ ــ کو مبعوث کیا گیا اس کا طلاقتِ لسانی اور فصاحتِ بیانی سے متصف ہونا کس قدر ناگزیر تھا۔ چنانچہ خالقِ انسان اور معلمِ بیان نے یہ اہتمام فرمایا کہ نبی عربی، صلّی اللہ علیہ وسلم کو سب عربوں سے بڑھ کر فصاحت عطا کی۔ کلامِ الٰہی کے بعد عربی زبان میں فصاحت و بلاغت کا سب سے اونچا معیار حدیثِ نبویؐ کے وہ حصے ہیں جن میں روایت باللفظ کا اہتمام ممکن ہو سکا ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے اس حقیقت کا اظہار، بطور تحدیثِ نعمت، ان الفاظ میں مروی ہے:

''أنا أفصح العرب بيد أنّی من قريش و نشأت فی بنی سعد''(۵)

''میں عرب کا فصیح ترین فرد ہوں کہ میرا تعلق قریش سے ہے اور میری پرورش بنو سعد میں ہوئی''

جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں بعض ایسے جملے نقل کئے ہیں (۶) جو پہلی بار آپؐ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے اور پھر ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے مثلاً:

الآن حمی الوطيس

لا ينتطح فيه عنزان

لا يلسع المؤمن من جحر مرتين

پھر حضورؐ کی فصاحت و بلاغت پر نہایت بلیغ گفتگو کی ہے اور آپؐ کے بعض ایسے فرمودات نقل کیے ہیں جن میں کمال جامعیت کے ساتھ بہت کم الفاظ میں بہت وسیع معانی سمو دیے گئے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مثلاً:

الناس کلّهم سواء کأسنا ن المشط

المرء کثیر بأخیه

الید العلیاخیر من الید السُّفلی

اور یہی وہ فرمودات ہیں جو آنحضور کے قول ''أعطیت جوامع الکلم'' کی تفسیر ہیں۔

حضورﷺ کی فصاحت و بلاغت کی یہ شان آپ کی احادیث، خطبات اور مکاتیب، سب میں نمایاں نظر آتی ہے۔ اس حقیر سی تحریر میں صرف آخر الذکر یعنی مکاتیب نبویؐ ـ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام ـ کے ادبی پہلو کا ایک طائرانہ جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

دنیائے ادب میں تمام اہم شخصیات کے مکاتیب کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ ان میں ان شخصیات کی بہت گہری پرتیں کمال برجستگی سے سامنے آجاتی ہیں۔ تاہم نبی امیﷺ کے مکاتیبِ گرامی کی سطح بنیادی طور پر مکاتیب کی عمومی صنف سے الگ اور ممتاز ہے۔ آپؐ نے نہ کبھی ہاتھ میں قلم تھاما نہ محض ذاتی احوال کی تفصیل کے لیے خطوط لکھوائے اور نہ قدرتِ کلام کے مظاہرے کی غرض سے عبارت آرائی فرمائی۔ آپ کے خطوط انتہائی ضرورت کے تحت، بالعموم بہت مختصر، لیکن نہایت مؤثر پیرایۂ بیان میں اظہارِ مطلب سے عبارت ہیں اور یہی اس عظیم ہستی کے شایانِ شان بھی ہے جس کا ہر لفظ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول:

''تاریخ نے ایسے کوئی دو ڈھائی سو خط محفوظ کیے ہیں جو آنحضرتﷺ نے مختلف قبائلی شیوخ، صوبہ جاتی افسروں، اور ہمسایہ حکمرانوں کے نام تحریر فرمائے تھے''(۷)

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے یہ تعداد ڈھائی سو سے زائد (۸) اور مولانا سید محبوب رضوی نے تین سو کے قریب بتائی ہے (۹) ان میں سے چھ مکتوب اپنی اصل صورت میں دریافت بھی ہو چکے ہیں۔ ان کے بارے میں مشرق و مغرب کے محققین نے رق (Parchment) کی کیفیت، عربی رسم الخط کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخِ ارتقاء، اور دیگر قرائن کے پیشِ نظر مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔(۱۰) تاہم واضح رہے کہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ کیا یہ دریافت شدہ چمڑے یا جھلی کے ٹکڑے جن پر یہ مکاتیب درج ہیں واقعی عین وہی ہیں جو آنحضرت ﷺ نے لکھوا کر ارسال فرمائے تھے یا بعد کے زمانے میں کسی نے مکاتیب نبویؐ کی عبارت ان پر نقل کر کے انہیں اصل دستاویز مشہور کر دیا۔ ورنہ جہاں تک مکاتیب نبویؐ کے متون کا تعلق ہے وہ مختلف روایات کے ساتھ، عہد بہ عہد، مشہور مصادرِ علمی میں محفوظ چلے آ رہے ہیں مثلاً:

محمد بن اسحاق	(م/۱۵۱ھ)	کی	السیرۃ النبویۃ
امام ابو یوسف	(م/۱۸۲ھ)	کی	کتاب الخراج
ابن سعد	(م/۲۳۰ھ)	کی	الطبقات الکبریٰ
الجاحظ	(م/۲۵۵ھ)	کی	البیان والتبیین
امام بخاری	(م/۲۵۶ھ)	کی	الجامع الصحیح
امام مسلم	(م/۲۶۱ھ)	کی	صحیح مسلم
البلاذری	(م/۲۷۹ھ)	کی	فتوح البلدان
امام نسائی	(م/۳۰۳ھ)	کی	کتاب السنن
ابن جریر طبری	(م/۳۱۰ھ)	کی	تاریخ الامم والملوک
ابن عبدربہ	(م/۳۲۸ھ)	کی	العقد الفرید
ابو الفرج الاصفہانی	(م/۳۵۶ھ)	کی	کتاب الاغانی
قاضی عیاض	(م/۵۴۴ھ)	کی	الشفاء
سہیلی	(م/۵۸۱ھ)	کی	الروض الأنف
یاقوت الحموی	(م/۶۲۶ھ)	کی	معجم البلدان
عز الدین ابن الأثیر	(م/۶۳۰ھ)	کی	''الکامل فی التاریخ'' اور ''اسد الغابۃ''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضیاء الدین ابن الأثیر (م/۶۳۷ھ) کی المثل السائر
ابن قیم (م/۷۵۱ھ) کی زاد المعاد
القلقشندی (م/۸۲۱ھ) کی صبح الأعشی
ابن حجر العسقلانی (م/۸۵۲ھ) کی الإصابة
ابن طولون (م/۹۵۳ھ) کی إعلام السائلین
ابو الحسن الحلبی (م/۱۰۴۴ھ) کی السیرة الحلبیة
الزرقانی (م/۱۱۲۲ھ) کی شرح المواهب

مکاتیب نبوی کے ادبی پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے یہ بات ایک مرتبہ پھر دہرا دینی مناسب ہوگی کہ ان میں عام ذاتی اور نجی ادبی خطوط کی سی تفصیلات و جزئیات کی تلاش نہایت نامناسب ہوگی۔ ان مقدس مکاتیب میں اگر کچھ ایسے خطوط مل بھی جائیں جن کا موضوع ذاتی کہلا سکتا ہے تو ان کی سطح بھی ذاتی نہیں رکھی گئی بلکہ ان کے مندرجات کو عمومی و اجتماعی سطح تک اٹھا کر معیاری رویوں کی تلقین کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت معاذ بن جبل کے بیٹے کی وفات پر ان کے نام حضور ﷺ کا تعزیت نامہ جس کا متن یوں مروی ہے:

"من محمد رسول الله إلى معاذ بن جبل:

سلام عليك، فانى أحمد إليك الله الذى لا إله إلا هو، أما بعد فعظّم الله لك الأجر، وألهمك الصبر، و رزقنا وإياك الشكر، ثم إن أنفسنا و أهلينا و موالينا من مواهب الله السنية، و عوارفه المستودعة، نمتع بها إلى أجل معدود، و تقبض لوقت معلوم، ثم افترض علينا الشكر إذا أعطى، و الصبر إذا ابتلى، وكان ابنك من مواهب الله الهنية، و عوارفه المستودعة، متّعك به فى غبطة و سرور، و قبضه منك بأجر كثير: الصلاة و الرحمة والهدى، إن صبرت و احتسبت. فلا تجمعن عليك يا معاذ خصلتين: أن يحبط جزعك صبرك، فتندم على ما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاتك، فلو قدمت على ثواب مصيبتك، قد أطعت ربك، و تنجزت موعوده، عرفت أن المصيبة قد قصرت عنه، و اعلم أن الجزع لا يرد ميتا، و لا يدفع حزنا، فأحسن الجزاء و تنجز الموعود، و ليذهب أسفك ما هو نازل بك فكأن قد". (۱۱)

"اللہ کے رسول محمد کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام

سلام علیک، میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں، وہ کہ جس کے سوا ہرگز کوئی معبود نہیں اما بعد اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور تمہارے دل کو صبر آشنا کرے اور ہمیں اور تمہیں توفیق شکر ارزانی فرمائے۔ دیگر یہ کہ ہماری جانیں اور اہل وعیال اور دوست احباب سب اللہ کی بخشی ہوئی گراں قدر نعمتیں ہیں اور اس کے احسانات ہیں جو امانت کی صورت ہمارے پاس ہیں۔ ایک میعاد معین تک ہمیں ان سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیا جاتا ہے اور ایک وقت مقرر پر وہ ہم سے لے لی جاتی ہیں۔ پھر یہ کہ اس نے ہم پر شکر لازم کیا ہے بصورتِ عطا اور صبر بصورت ابتلا۔ تمہارا فرزند بھی اللہ کی بخشی ہوئی انہی نعمتوں اور امانت جیسے احسانات میں سے ایک تھا۔ اللہ نے تمہیں اس کی خوشیاں دکھائیں اور پھر اجر کثیر، یعنی رحمت وہدایت کے عوض اسے تم سے لے لیا بشرطیکہ تم صبر اختیار کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو۔ سو اے معاذ، زنہار دوہری محرومی نہ خرید لینا (یعنی محرومی اولاد اور محرومی ثواب) مبادا جزع فزع تمہارے صبر کو برباد کردے اور بالآخر تمہیں اپنی محرومی پر ندامت ہو۔ اگر تمہاری توجہ اپنی مصیبت کے اجر کی طرف اس انداز میں رہی کہ تم اپنے پروردگار کی اطاعت میں لگے رہے اور اس کی جناب میں اسی کا وعدہ پورا فرمانے کی استدعا کرتے رہے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مصیبت اجر کے مقابلے میں کم تھی۔ یاد رکھو کہ رونے دھونے سے مرنے والا واپس نہیں آجایا کرتا اور نہ غم غلط ہوتا ہے سو خوبی جزاء کے لیے کوشاں رہو اور (ثواب) موعود کے طلب گار بنو اور جو چیز خود تم پر وارد ہونے والی ہے (یعنی موت) اس کے پیش نظر تمہارا افسوس مٹ جانا چاہیے کیونکہ سمجھو کہ وہ اب آئی اور اب آئی"۔

اس خط کی بلندی شان بڑی واضح ہے جو انسان کو موت سے ماوراد یکھنے کے لائق بناتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس کا اسلوب کسی واعظِ خشک کے وعظ کی طرح دردمندی کے احساس سے عاری نہیں بلکہ اس کی عبارت میں اولوالعزمی کا درس دردمندی ہی کے خمیر میں گندھا ہوا ہے۔

مکتوب کی زبان اور اسلوب، ایجاز و اعجاز اور سادگی و پرکاری کے اس مرتبۂ عالی پر فائز ہے جسے فصاحت اپنا منتہیٰ اور بلاغت اپنا آئینۂ معیار قرار دے سکتی ہے۔ عربیت کا ذوق رکھنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ یہ چھوٹے چھوٹے جملے کتنے بڑے بڑے مطالب کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں اور کیسے موتی سے الفاظ کس خوبصورتی اور سلیقے سے عبارت میں جڑے ہیں۔ سادہ مگر پرمغز، سہل مگر ممتنع۔ کسی اور زبان میں کیونکر سمجھایا جائے کہ ''افترض علینا الشکر إذا أعطی والصبر إذا ابتلی'' میں جوامع الکلم کی شانِ جامعیت کس طرح آشکار ہے اور ''ولیذهب أسفک ما هو نازل بک وکأن قد'' کے گنے چنے الفاظ میں کتنے تہ بہ تہ معانی کس قدر بھرپور تأثر کے ساتھ گندھے ہوئے ہیں۔

جاحظ نے البیان والتبیین میں فصاحتِ نبوی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے:

> ''و أنا أذکر بعد هذا فنّا آخر من کلامه (ص) و هو الکلام الذی قلّ عدد حروفه و کثر عدد معانیه و جلّ عن الصنعة و نزه عن التکلف و کان، کما قال الله تبارک و تعالیٰ قل یامحمد ''و ما أنا من المتکلّفین''(۱۲)
>
> ''اس کے بعد میں حضور ﷺ کے کلام کے ایک اور اسلوب کا ذکر کرتا ہوں یہ وہ کلام ہے جس کے حروف کی تعداد بہت کم اور معانی کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ یہ تصنع سے بری ہے اور تکلف سے پاک۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کے عین مطابق کہ اے محمد کہہ دو کہ (ما أنا من المتکلّفین)(۱۳) (میں تکلف اختیار کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)۔

بلاغت کی مختصر ترین تعریف، کلام کا مقتضائے حال کے مطابق ہونا ہے۔ یعنی جہاں اختصار کا موقع ہو وہاں اختصار سے کام لینا اور جہاں تفصیل کا تقاضا ہو وہاں تفصیل اختیار کرنا۔ تکرارِ بے سبب سے طبیعتوں میں اکتاہٹ پیدا نہ کرنا لیکن اگر موقع اور موضوع تکرار ہی کا مطالبہ کرتا ہو تو اس سے گریز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ کرنا نیز مخاطب کے مزاج اور اس کی عقلی سطح کے مطابق کلام کرنا۔

مکاتیبِ نبویؐ بلاغت کے ان معیاروں کے لیے مثالی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ہر مکتوب مقتضائے حال کے عین مطابق ہے ۔ جہاں اختصار کی ضرورت ہے وہاں ایک حرف زائد نہیں مثلاً جب مسیلمہ کذّاب نے دعوائے نبوت کیا تو بزعمِ خویش، سہیمِ رسالت ہو کر حضورؐ سے بٹوارہ کرنا چاہا اور لکھا:

"من مسيلمة رسول الله إلى محمد رسول الله

سلام عليك ، أما بعد فاني قد أشركت في الأمر معك وإن لنا نصف الأرض و لقريش نصف الأرض ولكن قريشا قوم يعتدون"(۱۴)

"اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف

سلام علیک، اَمابعد واضح ہو کہ مجھے آپ کے ساتھ شریکِ معاملہ بنا دیا گیا ہے آدھی زمین ہم دونوں کی ہے اور آدھی قریش کی لیکن قریش اپنی حدود سے تجاوز کرنے والے لوگ ہیں"

مسیلمہ کی اس لن ترانی کے جواب میں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے حد درجہ مختصر جواب لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"من محمد رسول الله إلى مسيلمة الكذّاب

سلام على من اتبع الهدى، أمّا بعد فان الأرض لله يورثها من يشآء من عباده والعاقبة للمتقين". (۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے مسیلمہ کذّاب کے نام ۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی اختیار کی، اما بعد، واضح ہو کہ زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام انہی کا اچھا ہو گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں"۔

اس مختصر سی تحریر میں سرزنش کا صرف ایک لفظ ہے "الکذّاب"۔ اور وہ بھی اس مناسبت سے کہ مسیلمہ نے اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھا تھا اور اللہ کے سچے رسولؐ کو اس کی نفی کرنا لازم تھا۔ باقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سارے مکتوب کی سطح قلعۂ کہسار کی طرح بلند ہے جو خاک افگندہ سنگ ریزوں کی سطح پر اتر ہی نہیں سکتا۔ نہ سوال نہ جواب نہ دعوی نہ دلیل۔ ایک عمومی پیرایۂ بیان ہے اور ایک اصولی بات اور وہ بھی قرآن کے الفاظ میں۔ ما ینطق عن الھوی کے اس عظیم پیکر نے اپنی طرف سے کچھ کہا ہی نہیں۔ لیکن خطاب کیے بغیر ہی مسیلمہ کی یاوہ گوئی کا جواب از خود فراہم ہوگیا۔ عدمِ تخاطب کے ذریعے جوابِ مسکت کا یہ انداز مسیلمہ کی بے بضاعتی اور بے حیثیتی کا وہ بھرپور تأثر پیدا کرتا ہے جو جوابِ تلخ سے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ سرزنش کا واحد لفظ ''الکذّاب'' بھی خطابِ راست کی صورت میں نہیں بلکہ تعریضِ غائبانہ کے اسلوب میں ہے۔

اختصار کے موقع پر کمال اختصار کی اس مثال کے پہلو بہ پہلو ان دستاویزوں پر بھی نظر ڈالیے جن میں حضورؐ کی جانب سے کسی معاہدے کی شرطیں لکھوائی گئی ہیں یا مختلف گروہوں کے حقوق و فرائض کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ ان دستاویزوں کی حیثیت چونکہ قانونی ہوتی ہے لہٰذا ان میں بلاغت کا تقاضا رمز و کنایہ نہیں بلکہ وضوحِ کامل ہے جس کے لیے بسا اوقات ہر ہر شق میں یکساں الفاظ کی تکرار ضروری ہوتی ہے۔ مدینہ میں قیام پذیر ہو جانے کے بعد آپؐ نے مہاجرین، انصار اور یہودِ مدینہ کے لیے جو معاشرتی ضوابط وضع فرمائے ان پر مشتمل دستاویز کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:

المهاجرون من قريش على رباعتهم يتعاقلون بينهم و هم يفدون عانيهم بالمعروف و القسط بين المؤمنين و بنو عوف على رباعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى ، و كل طائفة تفدى عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين. و بنو ساعدة على رباعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى، و كل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين، و بنو الحرث على رباعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى ، و كل طائفة تفدى عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين . و بنو جشم على رباعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى ، و كل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين (١٦)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی ھذا القیاس نو گروہوں کے لیے یکساں احکام اجمالاً بیان کرنے کے بجائے نام بنام تفصیل کے ساتھ دہرائے گئے ہیں کیونکہ عربوں کی قبائلی حمیت کے پیش نظر نیز خود نوعیتِ کلام کے اعتبار سے مقتضائے حال یہی تھا۔ اس نوع کی دستاویزوں میں حضور کا اپنا نام نامی بھی متکلم کے بجائے بصیغہء غائب لایا گیا ہے۔ جو قانونی نوعیت کے وثائق کے عین حسب حال ہے مثلاً محولہ بالا دستاویز کے جملے دیکھیے:

و انکم مهما اختلفتم فيه من شئي فان مردّه إلى الله عزوجل و إلى محمد. (۱۷)

و أنه لا يخرج منهم أحد إلا باذن محمد: (۱۸)

کلام بمقتضائے حال کا ایک اور پہلو مخاطب کی سطح ذہنی کو مدنظر رکھنا ہے۔ آنحضور ﷺ کے مکاتیب گرامی میں اس پہلو کی بھی پوری پوری رعایت نظر آتی ہے۔ مثلاً جب خطاب کسی ٹھیٹھ عرب سے ہے تو جزالتِ الفاظ اور فخامتِ اسلوب، لغات عرب پر اقتدار کامل کی دلیل بن کر سامنے آتی ہے اور آج نہ صرف اہلِ عجم کو بلکہ خود عربوں کو بھی ان مکاتیب کا مفہوم تفسیر الغریب کے بغیر سمجھنا محال ہے کیونکہ ان میں خطاب ان عرب العرباء سے تھا جن کا محاورہ و روزمرہ اسی سطح کا تھا اور جو حضور ﷺ سے آغازِ کلام اسی اسلوب میں کیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ضیاء الدین ابن الأثیر نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''المثل السائر'' میں طہفۃ بن ابی زہیر کا وہ خطاب نقل کیا ہے جو قبیلہء بنو نھد کے نمائندہ کی حیثیت سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ یہ خطاب غرائبِ لغت سے پر ہے۔ پھر اس کے جواب میں آپؐ نے جو دعا فرمائی نیز جو تحریر بنو نھد کے نام لکھوا کر دی وہ بھی ضیاء الدین ابن الأثیر نے نقل کی ہے جو ٹھیٹھ عربیت کا پرزور نمونہ ہے۔ (۱۹) بعد ازاں یوں تبصرہ کیا ہے:

و فصاحة رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقتضى استعمال هذه الالفاظ و لا تكاد توجد فى كلامه الا جوابا لمن يخاطبه بمثلها كهذا الحديث و ما جرى مجراه، على أنه قد كان فى زمنه متدا ولاً بين العرب و لكنه صلّى الله عليه وسلم لم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یستعمله إلا یسیرا لانه أعلم بالفصیح و الأفصح (۲۰)

(رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت ان الفاظ کے استعمال کی متقاضی نہ تھی اور اس طرح کے الفاظ آپ کے کلام میں عموماً اسی وقت پائے جاتے ہیں جب آپ کسی ایسے شخص کو جواب دے رہے ہوں جس نے آپ سے ایسے ہی الفاظ میں خطاب کیا ہو مثلاً یہی گفتگو یا اسی طرح کے دیگر مواقع۔ مزید برآں یہ بھی ہے کہ آپ کے زمانے میں یہی عربوں کا روزمرہ کا معمول تھا لیکن حضور ﷺ نے اس کو کم ہی برتا ہے کیونکہ آپ کو خوب علم تھا کہ فصیح کیا ہے اور زیادہ فصیح کیا ہے)

ٹھیٹھ عربوں سے اس طرزِ تخاطب کے مقابلے میں غیر عرب مخاطبین، جن کو صرف مضمونِ مکتوب کی ترجمانی سے غرض ہے، سے آپ کا خطاب سیدھے سادے انداز میں چند ٹھوس پیغامات پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیے نجاشی شاہ حبشہ، ہرقل شاہ روم، کسریٰ شاہ ایران اور مقوقس شاہ مصر کے نام آپ کے نامہ ہائے مبارک جو تقریباً یکساں عبارت پر مشتمل ہیں۔ جہاں جہاں فرق ہے مخاطب کی شخصیت ہی کے حوالے سے ہے مثلاً نجاشی کے نام خط میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلامی عقیدے کا مختصر لیکن مؤثر بیان جس کے الفاظ یوں مروی ہیں:

"و أشهد ان عیسی بن مریم روح الله و کلمته ألقاها إلی مریم البتول الطیبة الحصینة ، فحملت بعیسی، حملته من روحه و نفخه ، کما خلق آدم بیده و نفخه و إنّی أدعوک الی الله و حده لا شریک له". (۲۱)

"اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم، روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں جس کا القاء اللہ نے گوشہ نشین، پاکباز اور عفت مآب مریم پر کیا سو عیسیٰ نے ان کے بطن میں قرار پکڑا یہ قرار روحِ الٰہی اور نفخِ الٰہی کے سبب سے تھا جس طرح آدم کو اللہ نے اپنے ہاتھ اور نفخ سے خلق فرمایا تھا۔ اور میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اور اس کا ہرگز کوئی شریک نہیں"

یعنی حضرت عیسیٰ و حضرت مریم علیہما السلام کے بارے میں اہلِ اسلام عزت و احترام کے جو جذبات رکھتے ہیں، نجاشی کے اس وقت کے عقیدے کی مناسبت سے ان کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کو توحید پر جو اصرار ہے اور شرک و تثلیث سے جو نفور ہے اس کا اعلان دو ٹوک انداز میں کر دیا۔

تبلیغی خطوط میں آنحضور ﷺ کا ایک جملہ (أسلم تسلم) کئی بار استعمال ہوا ہے (۲۲) جو روحِ بلاغت اور جانِ فصاحت ہے۔ کس قدر مختصر اور کتنا جامع۔ امر اور جواب امر کے ان دو صیغوں کا لطف اہلِ ذوق سے مخفی نہیں۔ پھر ''س ل م'' سے ان دونوں کے اشتقاق میں حسنِ تجانس کی جو کیفیت اور جو صوتی حسن پایا جاتا ہے، وہ سونے پر سہاگہ ہے۔ دو لفظ کے اس مختصر سے جملے پر آیہءِ قرآنی ﴿ان تعودوا نعد﴾ (۲۳) کا جلال و جمال عکس افگن ہے۔ غالبؒ نے کیا خوب کہا ہے:

حق جلوہ گر ز طرز بیانِ محمدؐ است | آری کلام حق بزبانِ محمدؐ است

آئینہ دارِ پرتو مہر است ماہتاب | شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ است

اپنی معروضات ختم کرنے سے پیشتر خاتم الأنبیاء، حضورِ اکرم، صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کی مہرِ مبارک کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جو آپ کے مکاتیب کے محاسنِ معنوی میں مِسک الختام کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس مہر میں نیچے نام نامی ''محمد'' اس کے اوپر منصبِ گرامی ''رسول'' اور سب سے اوپر اسمِ جلالت ''اللہ'' کی یہ ترتیب کتنی بامعنی ہے اور حدیثِ پاک (أدبنی ربی فأحسن تأدیبی) (میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور کمال خوبی سے سکھایا) کی کیسی منہ بولتی تصویر ہے۔

مکاتیبِ نبوی، علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام، کے ادبی محاسن کا یہ سرسری سا جائزہ کسی طرح اپنے موضوع کا حق ادا نہیں کرتا۔ مجھے تشنگی کے احساس کے باوجود اسی پر اکتفا کرنا ہے:

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے | سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ قرآن مجید، ۲/۲۳   ۲۔ ایضاً، ۲/۲۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ الباقلانی، ابوبکر محمد بن الطیب، إعجاز القرآن، تحقیق السید احمد صقر، دار المعارف، مصر، الطبعة الرابعة، ۱۹۷۷ء، ص ۳۰۳

۴۔ المبرّد، ابوالعباس، محمد بن یزید، الکامل، تحقیق محمد احمد الدالی، بیروت، الطبعة الأولی، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، جلد اول، ص ۴۵

۵۔ لفظ ''بید'' کے لغت میں تین مفہوم بتائے گئے ہیں:

''غیر'' ''علی'' اور ''من أجل''

اس حدیث میں پہلے مفہوم کو کھپاتے ہوئے بعض کتبِ بلاغت میں اسے تاکید المدح بما یشبہ الذم کی ایک مثال تصور کیا گیا ہے (مثلاً دیکھیے علی الجارم و مصطفیٰ أمین، البلاغة الواضحة للمدارس الثانویة، دار المعارف مصر، ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء، ص ۲۹۲) تاہم راقم کے ذاتی ذوق کے مطابق تیسرا مفہوم اس سیاق میں مناسب ترین معلوم ہوتا ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ زبیدی نے یہ مفہوم ابن ہشام کے حوالے سے درج کر کے لکھا ہے کہ ابن ہشام نے اس مفہوم کی مثال کے طور پر یہی حدیث نقل کی (دیکھیے تاج العروس، ''بید'')

۶۔ الجاحظ، ابوعثمان، عمرو بن بحر، البیان والتبیین، تحقیق فوزی عطوی، بیروت، ۱۹۶۸ء، ص ۲۲۰

۷۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اللہ کی سیاسی زندگی، دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی، جنوری ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۳

۸۔ رسالہ ''نقوش رسول نمبر''، ادارۂ فروغ اردو، لاہور، شمارہ ۱۳۰، دسمبر ۱۹۸۲ء، جلد دوم، ص ۲۰۹

۹۔ مولانا سید محبوب رضوی، مکتوباتِ نبویؐ، ادارۂ اسلامیات، لاہور، اشاعتِ اول، مئی ۱۹۷۸ء، ص ۴۰

۱۰۔ دیکھیے، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۱۴۲۔۱۴۴، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۱۔۱۶۲، ۱۷۶

''رسالة النبی الکریم إلی هرقل ملک الروم''، لسھیلة الجبوری، مع انگریزی ترجمہ، رسالہ:

Hamdard Islamicus, vol-I, Number 3/winter 1978, pp,415-49

۱۱۔ احمد زکی صفوت، جمھرة رسائل العرب...... المکتبة العلمیة، بیروت، ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء، جلد اول، ص ۶۶۔۶۷

۱۲۔ البیان والتبیین، ص ۲۲۱

۱۳۔ قرآن مجید، ۸۶/۳۸

۱۴۔ جمھرة رسائل العرب، ص ۶۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۵۔ حوالہ سابقہ۔ واضح رہے کہ اس نامہ مبارک کے بیشتر الفاظ قرآن مجید، ۲۰/۴۷، اور ۱۲۸/۷ سے ماخوذ ہیں۔

۱۶۔ جمھرۃ رسائل العرب، ص ۳۱۔۳۲

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۳

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۴

۱۹۔ ابن الأثیر، ضیاء الدین، نصر اللہ بن محمد، المثل السائر فی أدب الکاتب والشاعر، المطبعۃ البھیۃ، مصر، ۱۳۱۲ھ، ص ۶۳

۲۰۔ حوالہ سابقہ

۲۱۔ جمھرۃ رسائل العرب، ص ۴۱

۲۲۔ دیکھیے مکتوب بنام ھرقل، کسریٰ، مقوقس، ھوذہ بن علی، جمھرۃ رسائل العرب، ص ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۸،

۲۳۔ قرآن مجید، ۱۹/۸؛ مکتوب بنام جیفر اور عبد (ص ۵۰) میں بصیغہ تثنیہ "أسلما تسلما" آیا ہے۔

مزید مطالعے کے لیے:

سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، جلد دوم "مکاتیب رسالت سلاطین عصر کے نام" از محمود فاروقی ص ۸۴۔۱۱۴

ایضاً "مکاتیب رسالت رؤسائے عرب کے نام" از محمود فاروقی ص ۱۱۵۔۱۲۸

مکاتیب النبیؐ از ابو جعفر الدیبلی

رسالات نبویہ از صاحبزادہ عبد المنعم

إعلام السائلین از ابن طولون

بلاغ مبین از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر کیا مدینہ میں جو پایہ تخت قائم ہوا وہاں منبر کی جگہ تخت بچھایا گیا؟ وہی منبر ہے، وہی مسجد ہے، وہی جھونپڑے ہیں، وہی چمڑے کا اکہرا گدا ہے۔ نہ حاجب ہیں، نہ دربان ہیں۔ امیر بھی آتے ہیں ــــــ اور غریب بھی آتے ہیں دونوں کے ساتھ ایک معاملہ ہے۔ عجب دربار!

سلاطین کہتے ہیں ـــــ شاہی دربار تھا، کہ فوج تھی، علم تھا پولیس تھی، جلاد تھے، محتسب تھے، گورنر تھے، کلکٹر تھے، منصف تھے، ضبط تھا، قانون تھا۔

مولوی کہتے ہیں ـــــ مدرسہ تھا کہ درس تھا، وعظ تھا، افتاء تھا، تصنیف تھی، تالیف تھی، منبر تھا۔

صوفی کہتے ہیں ـــــ خانقاہ تھی۔

کہ دعا تھی، جھاڑ تھا پھونک تھا، ورد تھا، وظیفہ تھا، ذکر تھا، شغل تھا، گریہ تھا، بکا تھا، وجد تھا، حال تھا، کشف تھا، فقر تھا، فاقہ تھا، زہد تھا، قناعت تھی۔

مگر سچ تو یہ ہے کہ وہ سب کچھ تھا ـــــ اس لیے کہ وہ سب کے لئے آیا تھا۔ جس کسی کو چلنا تھا، جہاں کہیں چلنا تھا، جس زمانہ میں چلنا تھا، اسی روشنی میں چلنا تھا۔

(النبی الخاتم از مناظر احسن گیلانی)

© rasailojaraid.com